بابر حسین
استاد شعبہ اردو الخیر یونیورسٹی اے جے کے بھمبر
محمد رمضان
پی۔ایچ ڈی اسکالر اُردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

"مضامینِ پطرس" میں طنز و مزاح کی پیش کش

Babar Hussain
Lecturer Urdu, Al-Khair University AJK Bhimber
Muhammad Ramzan
M.phil Scholar Allama Iqbal Open University Islamabad

Representation of Comical Traces In 'Peter's Articles

Born in 1898 to a learned family in Peshawar, Professor Ahmad Shah Bukhari became famous for his pen name Peter Bukhari. He was fluent in Urdu, Persian, Pashto and English. His correct pronunciation of the English language was famous. Peter Bukhari's writings on Urdu language and literature were simultaneously humorous with essays, excellent critical essays and excellent translations, but they were not limited to the genres of literature but also became experts in journalism (serious, sound and broadcasting). Also called a diplomat. The great thing about him is that he does not allow his humour to be tainted with ridicule and satire. His humour is a pure mixture of humour and sweetness . There is not so much bitterness in it that it becomes satire and there is not so much open humour that it falls with seriousness. His subtle humour comes from his unique perspective. In addition to Peter's fascinating essays and translations, many of his books have

been published. He was a brilliant speaker, present-minded and a tycoon whose many amusing and interesting things are known. Apart from reading in the hostel, in memory of the deceased, dogs, Mabel and me, many of his interesting articles and letters are especially popular among the readers.

طنز ومزاح کوئی علیحدہ صنف نہیں بلکہ موضوع سخن یا ایک رویئے اور مزاج کا نام ہے۔ یہ نظم میں بھی لکھا جا سکتا ہے اور نثر میں بھی۔ ابتدائی طنز ومزاح کے زیادہ نمونے نظم ہی میں دکھائی دیتے ہیں۔ انگریزی دور میں اکبرالہ آبادی کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے جن کی شاعری میں مزاح سے زیادہ طنز کا عنصر نمایاں رہا، راجا مہدی علی خاں نے عمدہ مزاحیہ منظومات لکھیں، بعد کے دور میں ضمیر جعفری، سید محمد جعفری، دلاور، اور نذیر احمد شیخ نے عمدہ مزاح لکھا۔ طنز ومزاح لکھنے والے کی نظر زندگی کے مضحکہ خیز پہلوئوں پر زیادہ پڑتی ہے۔ اگر ان پہلوئوں کو بیان کرتے ہوئے چٹکی بھی لی جائے تو یہ طنز ہو گا۔ طنز میں تمسخر اور تضحیک کا عنصر زیادہ ہوتا ہے جبکہ ہنسنے ہنسانے والے پہلو پر زیادہ زور دیا جائے تو مزاح جنم لیتا ہے۔ کسی ہنسانے والی کیفیت کو تحریر کرنا بھی مزاحیہ ادب کو جنم دیتا ہے۔ بعض مزاح نگار لفظی ہیر پھیر سے بھی مزاح پیدا کرتے ہیں۔ کسی سنجیدہ تحریر میں کچھ لفظ تبدیل کر دینے سے بھی مزاحیہ تحریر بن جاتی ہے جسے انگریزی میں پیروڈی کہا جاتا ہے تاہم پیروڈی کا زیادہ تر رواج نثر کی بجائے نظم میں ہے۔ بعض مزاح نگار مزاحیہ کردار بھی تخلیق کرتے ہیں۔ ایسے کردار بھولنے والے، بھولے بھالے یا مسخرا ٹائپ ہوتے ہیں۔ ان کی حرکات مزاحیہ انداز میں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کا ایک مشہور کردار سید امتیاز علی تاج کا ''چچا چھکن'' ہے جو انگریزی لکھاری جے جے کے روم سے ماخوذ ہے۔ شفیق الرحمان کا کردار ''شیطان'' اور ابن صفی کا ''عمران'' بھی اسی ذیل میں آجاتے ہیں۔

پاکستان بننے سے پہلے اردو میں طنز ومزاح کا رواج ''اودھ پنچ'' قسم کے رسائل نے ڈال دیا تھا لیکن اس قسم کا مزاح پھکڑ پن سے زیادہ نزدیک سمجھا گیا۔

غالب کے بعد اُردو طنز ومزاح کے فروغ میں اخبار اودھ پنچ کا اہم رول رہا ہے:۔ بقول آل احمد سرور:۔

''پنچ کی ظرافت کا میدان معاشرتی اور سیاسی تھا۔ مغربیت کے بڑھتے ہوئے سلاب کو روکنے میں اودھ پنچ نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ آزادی ہند کا حامی اور کانگرس کا طرفدار تھا پنچ کی چھیڑ چھاڑ سے کم لوگ محفوظ رہتے ہوں گے''[1]

احمد جمال پاشا لکھتے ہیں:۔

''ظرافت میں دانشورانہ فکر کا وسیع کینوس، اودھ پنچ ہے جو پہلی بار اجتماعی زندگی اور سماجی فکر سے ظرافت کا رشتہ جوڑتا ہے۔ ملکی قومی اور تہذیبی مسائل کی عکاسی کر کے معاشرہ نگاری کی بنیادوں کو مستحکم کرتا ہے ظرافت کے وسیلے سے فکر و دانش کے چراغ روشن کرتا ہے۔''۲

پطرس بخاری اور رشید احمد صدیقی اردو میں انگریزی مزاح داخل کرنے میں کامیاب رہے۔ پاکستان بننے کے بعد مجید لاہوری کا رسالہ ''نمکدان'' مزاحیہ ادب کے فروغ میں کافی کردار ادا کرتا رہا۔ ۱۹۷۲ء میں لاہور سے 'زعفران'' نامی ماہنامہ بھی جاری ہوا جو جلد بند ہو گیا تاہم مزاحیہ ادب کسی نہ کسی انداز سے لکھا جاتا رہا۔ بھارت میں فکر تونسوی نے طنزیہ تحریریں لکھنے میں نام پیدا کیا۔ اس سے پہلے مرزا عظیم بیگ چغتائی اور شوکت تھانوی مزاح لکھنے میں کافی نام پیدا کر چکے تھے۔ مشہور مزاح نگار کرشن چندر نے بھی بعض بہت عمدہ مزاحیہ تحریریں لکھیں۔ ایک اور مزاح نگار جو خاموشی سے اس صنف کی آبیاری میں مصروف رہا ہے وہ ہے کنہیالال کپور جن کے کئی مجموعے پاکستان میں بھی چھپ چکے ہیں۔ پطرس بخاری کی کتاب ''پطرس کے مضامین'' میں جس انداز کا مزاح لکھا گیا، وہ اردو میں بہت کم دیکھنے میں آیا ہے۔ شفیق الرحمان بھی مزاحیہ ادب میں ایک نہ بھولنے والا نام انہوں نے کئی کتب لکھیں جن میں کرنیں، شگوفے، حماقتیں، مزید حماقتیں، پچھتاوے، پرواز، مدوجزر، دجلہ اور کئی نام شامل ہیں۔ معروف جاسوسی ناول نگار ابن صفی نے ''طغرل فرغان'' کے نام سے الہ آباد کے ماہنامہ ''نکہت ''میں مزاحیہ مضامین لکھے تھے جو ''ڈپلومیٹ مرغ'' کے نام سے کتابی صورت میں سامنے آئے۔

مشتاق یوسفی بھی خاموشی سے مزاحیہ ادب کی خدمت میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کم لکھا مگر عمدہ لکھا۔ ''چراغ تلے''، زرگزشت، خاکم بدہن اور آب گم کے نام سے کتب تحریر کر کے اس فن میں اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ ان کا مزاح شائستہ بھی ہوتا ہے، شگفتہ بھرپور بھی۔ یہی بات رشید احمد صدیقی کے مزاحیہ مضامین کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ ابن انشا نے شاعری اور سفر ناموں کے علاوہ عمدہ مزاحیہ ادب بھی لکھا۔ ان کے مزاحیہ کالموں کا مجموعہ ''خمار گندم'' کے نام سے طبع ہو کر ناقدین فن سے داد حاصل کرتا رہا۔ محمد خالد اختر کا مزاح معیاری اور بھرپور ہوتا ہے۔ محمد خاں نے بھی بجنگ آمد، اور سلامت روی جیسی عمدہ مزاحیہ کتب لکھیں

اخبارات نے بھی مزاحیہ ادب کے فروغ میں حصہ لیا ہے۔ انگریزی اخبارات میں فکاہی کالموں کے علاوہ کبھی کبھا رمزاحیہ اداریہ بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ اردو اخبارات میں یہ کمی مزاحیہ کالموں سے پوری کی گئی۔ عبدالمجید سالک اس سلسلے میں سینئر مقام کے مالک ہیں جن کا کالم ''افکار و حوادث'' طویل عرصے تک مختلف اخبارات میں چھپتا رہا۔ چراغ حسن حسرت نے روزنامہ ''امروز'' میں سندباد جہازی کے نام سے کالم شروع کیا۔ بعد میں احمد ندیم قاسمی

نے بھی اسی روزنامے میں مزاحیہ کالم لکھا جس کا نام ''حرف وحکایت'' ہوا کرتا تھا۔ وقار انبالوی پاکستان بننے سے پہلے سے ہندو اخبارات میں فکاہیہ کالم لکھتے آئے تھے۔ اپنی موت سے کئی سال پہلے سے وہ روزنامہ ''نوائے وقت'' میں سرراہے کے نام سے کالم لکھ رہے تھے۔ یہ سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا۔ عطاالحق قاسمی نے بیھی ''نوائے وقت'' میں لکھا جبکہ موجودہ دور میں ڈاکٹر محمد یونس بٹ نے بہت عمدہ مزاحیہ تحریریں لکھی ہیں۔ یونس بٹ رعایت لفظی کے بادشاہ ہیں اور لفظوں کے ہیر پھیر سے عمدہ تحریر تخلیق کرتے ہیں۔ لفظوں کو توڑنے اور جوڑنے سے ان کے مفہوم پھیلانے میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کا نام سفر نامہ نگار اور افسانہ نگار کے طور پر تو جانا ہی جاتا ہے 'انہوں نے عمدہ مزاحیہ تحریریں بھی لکھی ہیں۔ ان کے کالموں کے مجموعے ''گزارہ نہیں ہوتا'' اور ''الو ہمارے بھائی ہیں'' وغیرہ کافی مشہور ہوئے۔ عطاالحق قاسمی 'مستنصر حسین تارڑ اور محمد یونس بٹ کے مزاحیہ مضامین کے کئی کئی مجموعے چھپ چکے ہیں۔ اسی طرح کے ''صحافتی طنز و مزاح'' میں عبدالقادر حسن 'ارشاد احمد خاں 'مجیب الرحمان شامی 'امجد اسلام امجد 'اثر چوہان، ظفر اقبال کے نام بھی کافی مشہور ہوئے۔

احمد شاہ بخاری اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ وہ اَدب، انشاء طنز و مزاح اور تنقید عالیہ میں اپنی مثال آپ تھے وہ بیک وقت ایک بلند پایہ عالم، ایک صاحب طرز ادیب ایک عہد ساز اُستاد اور ایک سخت گیر منتظم تھے۔ سیاست کے میدان میں اُسکا ایک بہت بڑا مقام تھا وہ پروفیسر کی حیثیت سے، آل انڈیا یاریڈیو کے ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے، پھر کالج پرنسپل کی حیثیت سے اقوام متحدہ میں پاکستانی نمائندے کی حیثیت سے، جہاں کہیں بھی رہے سربلند ممتاز اور نمایاں رہے۔ سید احمد شاہ بخاری یکم اکتوبر ۱۸۹۸ء میں پشاورو میں پیدا ہوئے اور آپکے والد سید اللہ شاہ کمال الدین وکیل کے منشی تھے۔

پطرس چمنستان اَدب کے وہ پُھول تھے جو بن کھلے مرجھا گیا۔ اُنکی شخصیت اس قدر پہلو دار تھی کہ اِنکی مذاحیہ تحریروں کے امکان بھر تجزیہ کے بعد تحریر کے انار سے ظرافت کی پھل چھڑیاں چھوٹتی رہتی ہیں۔ وہ کسی بھی محفل میں شریک ہوتے وہاں ظرافت کا دربار لگ جاتا تھا۔ وہ زندہ دل روشن دماغ اور مشرق و مغرب کے حیات پرور اَدب کے نشوں سے سرشار تھے۔ وہ بڑے تیز فہم اور حاضر جواب تھے۔ ان کی حاضر جوابی مکالمے اور مباحثے کے دوران پھل جھڑیاں بن کر اپنے اظہار کی راہیں تلاش کر ہی تھی۔ کہ محفل کی نگاہیں اور کان اُن کے لیے وقف ہو جاتے تھے۔ سنجیدگی کائنات کی ازئی واَدبی خصوصیت ہے اور اس کے تمام اجزاء میں ایک برقی رو کی طرح سرایت کر چکی ہے نتیجاً کائنات کا ہر واقعہ کسی ستارے کی اُڑان سے لیکر لکڑی کے جالے کی تعمیر تک ایک لگے

بندھے اصول کے تحت کام کر رہا ہے۔ زندگی مجموعی طور پر ایک شیر سوار کی طرح دشت و جبل اور بحر و بر کو عبور کرتی نامعلوم منزل کی طرف اِس والہانہ انداز سے بڑھ رہی ہے۔

چنانچہ زندگی کی سنجیدگی اور ماحول کی ٹھوس مادیت جو قریب قریب ہر شے کو اپنے بازوں میں جکڑے ہوئے ہے۔ انسان کے احساسِ مزاح کی حدت سے پگھل کر ملائم ہو جاتی ہے۔ یہ احساسِ مزاح ماں کے اُس لطیف و دلنواز تبسم کی طرح ہے جو ہمارے خوابوں، خواہشوں اور اُمنگوں کے ٹوٹنے پر ہمارا ساتھ دینے والی دوست ہے زندگی کی سنجیدگی اور شکست جواب پیدا سے ہونے والے ناقابل برداشت صدیوں کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنے کے علاوہ احساس مزاح کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ اس کا وجود سوسائٹی کی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں معاون ہوتا ہے

بقول وزیر آغا:۔

''ہنسی نہ صرف افار کو باہم مربوط ہونے کی ترغیب دیتی ہے بلکہ وہ یہ اس فرد کو نشانہ تمسخر بھی بناتی ہے جو سوسائٹی کے مروجہ قواعد، ضبواط سے انحراف کرتا ہے۔''[۳]

دراصل ہنسی اُس فرد کا مذاق اُڑاتی ہے جو سوسائٹی کی سیدھی لکیر سے ذرا بھی بھٹکے اور اس سے اُڑاتی ہے کہ وہ پھر سے اُس لکیر میں شامل ہو جائے چنانچہ یہ بات ہنسنے والوں کے لیے تو باعث ابنساط ہوتی ہے لیکن اُس فرد کو رنج وندامت سے ضرور ہمکنار کرتی ہے جس کے خلاف یہ عمل میں آئے بہر حال یہ بات طے ہے کہ ہنسی غیر شعوری طور پر اُن کی مدد سے سوسائٹی کا گلہ بان محض غیر شعوری اور پر اُن تمام اَفراد کو ہانک کر اپنے گلے میں دوبارہ شامل کرنے کی سعی کرتا ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے وسائٹی کے گلے سے علیحدہ ہو کر بھٹک رہے تھے یعنی ہنسی ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعے سوسائٹی پر اس فرد سے انتقام لیتی ہے جو اُس کے ضابطہ وحیات سے بچ نکلنے کی سعی کرتا ہے۔

بقول کلیم الدین احمد کے خیال میں:۔

''اگر ہنسی کا مادہ انسان سے سلب کر لیا جائے اگر وہ اسباب نیست و نابود کر دیے جائیں جن کی وجہ سے ہم ہنستے ہیں تو انسان ممکن ہے فرشتہ ہو جائے مگر انسان باقی نہ رہے گا۔''[۴]

ہنسی یا مسکراہٹ زندگی کے مخالف رویوں کے خلاف ہمارے اندر مسکراہٹوں کے پھول کھلائی ہے۔ چیزیں اُسی وقت مزاحیہ نظر آئیں گی جب ہم خود مزاح کے موڈ میں ہوں۔ جب ہم مزاح کے موڈ میں ہوتے ہیں تو خوشگوار چیزوں کے ساتھ ساتھ ناخوشگوار چیزیں بھی اچھی لگتی ہیں۔ یہ احساس مزاح ادب میں چار طرح سے پیدا ہوتا ہے۔

خالص مزاح یا ظرافت Humour

طنز	staire
تحریف	parody
رمز	Irody

ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:۔

"طنز بنیادی طور پر ایک ایسے باشعور، حساس اور درد مند انسان کے ذہنی رد عمل کا نتیجہ ہے جس کے ماحول کو ناہمواریوں اور بے اعتدالیوں نے تختہ مشق بنالیا ہو۔"۵

مزاح نگار شکار کے ساتھ بھاگتا ہے لیکن طنز نگار کتوں کے ساتھ شکار کھیلتا ہے۔ تحریف یا پیروڑی میں کسی اصل چیز کی نقل ہنستے، ہنساتے پیش کرنا ہے۔ مثلاً پطرس کا مضمون لاہور کا جغرافیہ پطرس نے مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔اور اصل جغرافیہ کی تحریف کی۔ جب ہم اُردو ادب میں طنزومزاح کی روایت کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ پیروڈی تعریف نگاری کے ذریعے بھی مزاح پیدا کیا گیا ہے ظفر احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"پیروڈی وہ صنف ظرافت ہے جس میں کسی کے طرز نگارش کی تقلید کر کے اس کے اسٹائل یا خیالات کا مذاق اُڑانے کی کوشش کی جاتی ہے"۶

شاعری میں طنزومزاح کی روایت کا جائزہ لینے کے بعد جب ہم نثر کی طرف آتے ہیں تو نثر میں طنزومزاح کے عمدہ نمونے مرزا اسداللہ خاں غالب کے خطوط میں دیکھنے کو ملتے ہیں اور یہی سے طنزومزاح کا آغاز ہوتا ہے بہ قول رشید احمد صدیقی۔

"جہاں تک نثر اُردو کا تعلق ہے برجستہ اور بے تکلف ظرافت کے اولین نمونے ہم کو غالب کے رقعات میں ملتے ہیں طنزوظرافت کے داغ بیل اردو نثر میں غالب نے ڈالی"۔۷

رشید احمد صدیقی کے ذکر کے بغیر اُردو طنزومزاح کی تاریخ ادھوری ہے لکھتے ہیں:

"طنزوظرافت کی میری ابتدائی مشق کچھ بارک اور ڈائنگ حال ہی سے شروع ہوئی یہی کچھ بارک اور ڈائنگ ہال علی گڑھ سے باہر کہیں نصیب ہوتے تو کچھ تعجب نہیں طبیعت یا تو طنزوظرافت کی طرف مائل ہی نہ ہوتی یا لکھنے کا وہ انداز میسر نہ آتا جو یہاں آیا"۸

رشید احمد صدیقی کی طنزیہ تحریروں کے سلسلے میں سحر یوسف زائی اپنے مضمون "اُردو میں طنز کی روایت" میں لکھتے ہیں۔:

''رشید احمد صدیقی نے طنز بھی کیا ہے اور مزاح بھی خوب نبھا جاتے ہیں بعد میں بات نکالنا اور پھر اس کا الجھا کر ایک نئے رُخ پر اسے مروڑ کے دینا ان کا خاص فن ہے۔ ان میں بزلہ سنجی ژوف نگاہی اور فنی بصیرت کو برتنے کا ملکہ بے پناہ ہے اور طنز مزاح میں ان کا مقام بلند ہے''۹

رمز دہ صورت ہے جس میں طنز بھی ہوتا ہے اور مزاح بھی۔ لفظی اضامت اور الفاظ کے اُلٹ پھر سے مسکراہٹ پیدا کی جاتی ہے اسلوب کی بجائے موضوع کی طرف توجہ کی جاتی ہے طنز زندگی اور موحول سے برہمی کا نتیجہ ہے اور اس میں غالب عنصر نشترت ہوتا ہے۔ اس کے طنز نگار جس چیز پر ہنستا ہے اُس سے نفرت اور اُسے تبدیل کرنے کا خواہاں ہوتا ہے اسکے برعکس مزاح، زندگی اور موحول سے اُنس اور مفاہمت کی پیداوار ہے۔ مزاح نگار جس چیز پر ہنستا ہے اس سے محبت کرتا اور اُسے اپنے سینے سے لگالیتا ہے۔

جعفر زٹلی نے اپنی شاعری میں تمام اخلاقی حالات اور معاش و معاشرتی معاملات کو طنز کا نشانہ بنایا ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر احمر رفائی لکھتے ہیں:۔

''جعفر زٹلی کی طنزہ شاعری کا یہ رخ جو ذاتیات کے دائرے میں آتا ہے ادبیات کی شائستہ روایات سے لگا نہیں کھاتا لہٰذا اسے پایہ اعتبار سے گیرا ہوا ہی سمجھنا چاہئے''۱۰

طنز نگار توڑتا ہے اور توڑنے کے دوران میں ایک فاتحہ نہ قہقہ لگاتا ہے چنانچہ طنز میں جذبہ افتخار کسی نہ کسی صورت میں ضرور موجود ہوتا ہے۔ دوسری طرف مزاح نگار اپنی ہنسی سے ٹوٹے ہوئے تار کو جوڑتا ہے۔ مزاح میں غالب عنصر ہمدردی کا ہوتا ہے۔ مجموعی اعتبار سے طنز مزاح کی یہ صُورتیں ہماری طبیعتوں میں مزاح پیدا کر کے ہمیں جینا سکھاتی ہیں مضامین پطرس میں ہمیں جس چیز کی طرف رجوع کرنا ہے وہ انکا مزاحیہ رنگ ہے پطرس نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا موضوع ایسا ہے جیسے پڑھنے میں ہمیشہ دلچسپی لی جاتی رہی۔ پالی جاسکتی ہے اُن کے موضوعات ایسے ہیں جن کا تعلق زندگی سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی۔ یعنی طالب علموں کی زندگی تعلیم اور تعلم کا سلسلہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا جب تک طالب علم ہیں اُن کے ساتھ استاد رہیں گے۔ پطرس بخاری نے بہت کم لکھا ہے مگر بہت اچھا معیاری لکھا اور ان کا زمانہ ۱۹۵۸ تا ۱۸۹۸ء تک کا ہے یعنی پطرس بخاری کا دور ۶۰ سال پر محیط ہے پطرس نے انگریزی ادب کی روایت کو مشرقی مزاج دے کر اپنی نگار میں ایک لطف اور رکھ رکھاؤ پیدا کر لیا تھا ۔ پطرس کی دنیا محدود نہ تھی ان کا مزاج مشرقی ذہین مغربی طرز فکر عالم گیر تھا۔ پطرس کی تحریروں کا ایک خاص افتخار یہ ہے کہ ان کی تحریروں میں ایک انوکھا پن ہے۔ ان کی کتاب مضامین پطرس گیارہ مضامین پر مشتمل ہے

جس کو دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اس کا تعلق خالصتاً مزاح و ظرافت کی دنیا سے ہے۔ پطرس بخاری کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

''اگر یہ کتاب کسی نے آپ کو مفت بھیجی ہے تو مجھ پر احسان کیا ہے۔ اگر آپ نے چرائی ہے تو میں آپ کے ذوق کی داد دیتا ہوں لیکن اگر آپ نے اپنے پیسوں سے خریدی ہے تو مجھے آپ سے ہمدردی ہے بہتر یہ ہے اس وقت کو اچھا جان کر اپنی حماقت کو حق بجانب ثابت کریں۔''۱۱

کتاب کے دیباچے ہی سے یہ تاثر کسی خالص مزاح نگاری سے تعلق ہے پطرس مزاح کی تحریک کا سب بڑا نمائندہ اور علم دار ہے طنز ظرافت میں لکھتے تھے اور پطرس کی طنز و ظرافت بندے کی تفریح موضوعات، رومانی کرداروں اور لفظی ہیر پھیر سے بے نیاز ہو جاتی ہیں وہ ہر جگہ ہر بات پہ خوش طبعی اور زندہ دلی کا پہلو نکالتے ہیں اور صحرا کو گلستان بنا دیتے ہیں اُن کی ظرافت دوسروں سے مختلف ہے وہ ظرافت کو ظرافت کے سہارے قائم رکھتے ہیں اس سے ہر مقصد ہر مشکل کا حل کر لیتے ہیں۔ مزاح نگار واقع نگاری کے ذریعے بھی مزاح پیدا کرتا ہے اس کی ایک عمدہ مثال پطرس بخاری کے مضمون ''مرحوم کی یاد'' میں ملتی ہے:

''اس قدم بھی چلنے نہ پایا تھا کہ اب کی بار ہینڈل یک لخت نیچا ہو گیا۔ اتنا کہ گدی اب ہینڈل سے کوئی فٹ بھر اونچی تھی۔ میرا تمام جسم آگے کو جھکا ہوا تھا۔ تمام بوجھ دونوں ہاتھوں پر تھا جو ہینڈل پر رکھے تھے اور جو برابر جھٹکے کھا رہے تھے اب میری حالت کو تصور میں لائیں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ میں دور سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی عورت آٹا گوندھ رہی ہو۔ مجھے اس مشابہت کا احساس بہت تیز تھا جس کی وجہ سے میرے ماتھے پر پسینہ آگیا میں دائیں بائیں لوگوں کو کنکھیوں سے دیکھتا جاتا تھا تو ہر شخص پہلے ہی مڑ مڑ کر دیکھنے لگتا تھا۔''۱۲

زندگی کی خوفناک سنجیدگیوں میں پطرس کے مضامین گُدگدیاں کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر شخص اُن کی مزاح نگاری سے محظوظ ہوتا ہے وہ مزے کی باتیں مزے سے کرتے ہیں اور جتنا لوگوں کو مزور کرنے کا طریقہ پطرس کو آتا ہے وہ کسی اور کے ہاں اتنا نظر نہیں آتا وہ لطیفہ خواہ نہ تھے وہ لطیفہ طراز تھے اس حوالے سے پطرس بخاری نے مزاح کے تاثر کو گہرا کرنے کے لیے ایک خاص طریقہ اپنایا اور اپنی ذات کو مزاح کا نشانہ بنایا جبکہ دیگر مزاح نگاروں نے دوسروں کی ہنسی اُڑائی مگر پطرس اپنی ہنسی اُڑاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور یہ اعلیٰ ظرفی کی علامت ہے پطرس کے مضامین ہنسانے کی بڑی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور پڑھنے والا ہنسی ضبط نہیں کر سکتا ان کے مضامین کو پڑھ کر جو ہنسی ضبط کر لیتا ہے تو یہ کہنا پڑے گا کہ وہ ہنسنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

پطرس کی ظرافت میں ایک خاص طرح کی ظرافت ہے یہ مصنویت اس انداز کی ہے جسے کوئی بچہ چاندنی رات میں رات کی رانی کے نیچے جال لگا کر پریوں کو پکڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پطرس کی ظرافت کو خالصِ ظرافت کہا جاتا ہے چنانچہ کتوں کا خوف ہو یا ہوسٹل میں صبح خیزی لنڈری ہو یا انڈے کھاتے میبل سے کتب بیتی ہو سائیکل سوار ہو کر کارٹون بنا پطرس ہر مقابلے میں اپنا مذاق اُڑاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اپنے اندازِ مزاح کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی۔ اُن کے مزاح میں خوش گوار طنز اور اُس طنز میں گہری معنویت پنہاں ہے اُن کا طنز عموماً متوسط طبقے کے نوجوانوں سے متعلق ہے۔

ہوسٹل میں پڑھنا:

اس مضمون میں پطرس نے جس عمدگی سے طالب علموں کی سیاست کا جائزہ لیا جائے اور خاکہ کھینچا ہے وہ صرف انہی کا حصہ ہے یہ مضمون اُن معصوم والدین کی نمائندگی بھی کرتا ہے جو بچوں کی باتوں میں آجاتے ہیں اِس میں ہمارے اِرد گرد کے تمام طالب علم شامل ہیں۔ انہوں نے تشریح ہی میں سنجیدہ موضوع کو اپنایا ہے ہاسٹل میں پڑھنا طالب علم ہے جس کا مقصدِ حیات یہ ہے کہ ہاسٹل میں پڑھے اس کا گھر والوں کو دیکھئیے کھاتے پینے مسلمان لوگ لڑکے کو تعلیم دلاتے ہیں۔ مگر تعلیم کے مقصد اور ارادوں کے حالات سے بے بہرہ ہیں۔ صاحبزادے کے لیے تعلیم گاہ تفریح گاہ کے ہم معنی ہے۔ سب سے زیادہ تفریح ہاسٹل میں رہ کر ہوسکتی ہے۔ اس لیے اُسکی کوشش ہے کہ کوئی ایسا حل نکل آئے کہ ہوسٹل میں داخلہ مل جائے جب کہ ان کے سرپرستوں کی یہ غلط فہمی ہے کہ ہوسٹل کوئی بُری جگہ ہے۔ اس معاشرے کے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے تمام طالب علم اس میں آجاتے ہیں۔ اس مضمون میں خالصاً مزاح کے عناصر پائے جائے لیکن کہیں چبھن کا احساس نہیں ہوتا۔ اس کا آخری فقرہ تو لاثانی ہے ۔یونیورسٹی والوں کی حماقتِ ملاحظہ فرمائیے کہ ہمیں پاس کر کے اپنی آمدنی کا مستقل ذریعہ ہاتھ گنوا بیٹھے۔

سویرے جو کل آنکھ میری کھلی:

سویرے جو کل آنکھ میری کھلی کے حوالے سے ہماری مڈبھیڑ ایسے طالب علموں سے ہوتی ہے جنہیں پڑھنے سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے ایسے طالب علموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو سارا وقت سُست موجود رہتے ہیں۔ اور اب امتحان کا وقت آن پہنچا ہے اور پڑھنے کی ٹھان لی ہے اور صبح سویرے اٹھتا ہے لالہ جی۔ اُسکے پڑوسی مضحکہ خیز حد تک مستعد اور منہمک ہیں۔ وہ سبز و سرخ جلدوں والی کتابوں کے صفحات کو امتحان کے دنوں پر تقسیم کرتا ہے تو جواب پانچ سو صفحات فی دن آتا ہے۔

اس مضمون کے موضوع میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو سحر خیز نہیں دیر سے اُٹھتے ہیں۔ طالب علمی میں سحر خیزی تکلیف دہ معلوم ہوتی ہے پطرس کی جو شامت آئی ہے تو پڑوسی سے ایک روز جگانے کی خواہش کرتے ہیں۔ اور یہ پڑوسی سحر کاذب بھی ہیں۔ پطرس کے کمرے میں دھاواں یوں دیتے ہیں اُسی وقت اُن کے قلم کے بے ساختہ یہ فقرہ نکلتا ہے۔

''سوتوں کو جگا رہے ہیں یا مردوں کو جگا رہے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ بھی تو واجبی طور پر ہلکی سی آواز میں تم کہہ دیا کرتے تھے زندہ ہو گیا تو ہو گیا نہیں تو چھوڑ دیا۔ کوئی مروے کے پیچھے تھوڑے پڑ جایا کرتے تھے''۱۳

کتے:

یہ مضمون پطرس بخاری کا شاہکار ہے اس میں کتے کو علامت بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے کتے کو استعارے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ وہ مسکراہٹ کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیتے مگر ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ پطرس کا یہ مضمون ان کے تمام انداز کو نظر انداز کر رہا ہے اس میں مصنوری رویہ اور اصلاحی انداز ہمارے سامنے آتا ہے۔ اُن کے نزدیک بکری کے مقابلے کتے کا کوئی فائدہ نہیں ہے چنانچہ وہ کتوں کو اس جہاں سے نکال دینا چاہتے ہیں۔ اِس مضمون میں اَدبی انحطاط اور انتشار کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ دیکھئے کتوں کا مشاعرہ کس طرح سے شروع ہوتا ہے'

''رات کے گیارہ بجے ایک کتے کی جو ذرا طبعیت گرا گرائی تو اُس نے باہر سڑک پر آکر طرح کا ایک مصرع دیا۔ ایک آدھ منٹ کے بعد سامنے کے بنگلے سے ایک کتے نے مطلع عرض کر دیا۔''۱۴

میبل اور میں۔

پطرس بخاری کا یہ مضمون مرد اور عورت کی نفسیات کو پیش کرتا ہے اور یہ ایک طنزیہ مضمون ہے۔ بیسویں صدی کی عورت ہر حال میں مرد کو نیچا دکھانا چاہتی ہے مرد عام طور پر سادہ نوح ثابت ہوا ہے۔ واقع ہُوا ہے وہ ہمیشہ عورت کو نیک اور معصوم سمجھتا ہے اور پھر اگر تعلیم یافتہ مرد ہو تو اور عورت یورپ کی ہو تو اس کی نیک نیتی اور سادہ لوحی اور بھی بڑھ جاتی ہے چنانچہ ایسا ہی معاملہ میبل کو پیش آیا ہے عورت ہمیشہ مرد کو دھوکہ دیتی ہے اور شرماتی بھی۔ مگر مرد کسی کو بھی دھوکہ نہیں دیتا اگر کبھی ہو جاتا ہے تو وہ شرم کے پانی پانی ہو جاتا ہے اور یہی اِس مضمون کا ماحصل ہے۔

میں ایک میاں ہوں۔

پطرس بخاری کا یہ مضمون سو فیصد مزاحیہ ہے۔اس میں سماج کا میں اپنی بیوی سے خوف کا اظہار کرتا ہے۔وہ بیوی کے بغیر زندگی گزارنے کو ترجیح دیتا ہے۔اس میں ہنسنے ہنسانے کے مواقع ہمیں بہت نظر آتے ہیں یہ مضمون معاشرے کی سنجیدہ حقیقت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جتنی آزادی مرد کو ہمارے معاشرے میں میسر ہے اتنی بیوی کو نہیں ہے اس میں پطرس کھوکھلے رویے کو ظاہر کرتا ہے دراصل بیوی اپنے شوہر کے اُن تمام دوستوں کو پسند کرتی ہے جو زیادہ بے تکلف اور چہیتے ہوں کیونکہ اُسے ایک قسم کی رقابت محسوس ہوتی ہے۔وہ چاہتی ہے کہ اپنے شوہر کی توجہ کا مرکز صرف وہی رہے اس میں کوئی دوسرا شخص حصہ دار نہ ہو یہ عورت کی فطرت بھی اور فطری مطالبہ بھی۔اسے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے عورت پر یہ نہ ظاہر ہو کہ آپ دوستوں سے محبت کرتے ہیں یا دوست آپ سے محبت کرتے ہیں۔پطرس نے اس چپقلش کو معصومانہ انداز میں یوں پیش کیا ہے۔

"چونکہ ذکر روشن آرا کا اور پھر یہاں اپنا ہے اسی لیے شوخی بھی پیدا ہو گئی ہے۔"۱۵

لاہور کا جغرافیہ:

یہ مضمون جغرافیے کی عام کتابوں کی تحریف ہے۔اِس میں آمد رفت اور محل وقوع کے بارے میں بتایا گیا ہے لفاظی نقالی ہے صنعت و حرفت پر مجموعی اعتبار سے روشنی ڈالی گئی ہے۔آمدرفت کے نقائص آب و ہوا کے لوگوں پر اثرات طبیعتوں کا حال شگفتگی و شادابی سے بتایا ہے وہ لوگ جنہوں نے لاہور نہیں دیکھا وہ بھی اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ سکتے ہیں۔لاہور کا جغرافیہ جس میں محل وقوع آمدرفت کے وسائل کو پطرس نے مزاح کی عینک سے دیکھا ہے۔انہوں اپنی تحریر کو حقیقت کے قریب لانے کے لیے آخر میں سوالات بھی پیش کیے ہیں اور طالب علموں کو ان کی طرف جواب دینے کی طرف متوجہ کیا ہے۔وہ لاہور شہر کے مختلف عورتوں سے اُس کے نقائص ہمارے سامنے لاتے ہیں یوں پطرس اپنے مزاح نگاری میں کرداروں کے بغیر بھی شگفتگی کے عناصر کو قائم رکھتے ہیں۔انجام بخیر:

یہ ایک اہم مضمون ہے جو اپنے اندر سنجیدہ انداز رکھتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں اہل علم و اہل دانش کی کوئی عزت و فکر نہیں ہے۔یہ اہل علم جو اپنا سارا وقت کتابوں میں صرف کرتے ہیں اُن کے ہاں بیٹھنے کو بھی جگہ نہیں ہے ان کے ذہن فکر و سوچنے کی گہری پرچھائیاں سی چھانے لگتی ہے جب لوگ ان سے ملنے کے لیے آتے ہوں تو کتابوں پر بیٹھنے کی پیشکش کرتا ہے یہ مضمون ڈرامے کے انداز میں لکھا گیا ہے۔اس کا ہیرو اپنی زبان سے مخاطب ہو کر اپنے طالب علموں سے باتیں کرتا ہے اس میں طنز کے عناصر بھی رہےہیں کہ اہل دانش خوشدلی سے اُٹھتی قبول کرتا مگر اُس کا نوکر ڈیڑھ روپیہ لینے سے بھی انکار کر دیتا ہے پطرس بخاری نے سنجیدہ حقیقت کو سنجیدہ انداز میں

پیش کیا ہے فنی لحاظ سے یہ ڈرامائی انداز رکھتا ہے اس مضمون میں پطرس ایک مفکر اور فلسفی کی حیثیت سے ہمیں دکھائی دیتے ہیں

مرحوم کی یاد میں:

یہ کسی کا مرثیہ نہیں اور نہ ہی اس میں کسی مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے یہ اُن کو دوست مرزا کی ایک کہانی ہے یہ مضمون مرزا کی بائیسکل کے گرد گھومتا ہے۔ مرزا کی بائیسکل جو ٹوٹے پھوٹے انداز میں ہے ایک عجائب گھر میں رکھنے کے قابل ہے مگر وہ پطرس کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ پطرس نے اس کا نقشہ اس انداز سے کھینچا ہے کہ اختیار منہ سے ہنسی نکل آتی ہے میں قدم بھی چلنے نہ پایا تھا کہ ہینڈل یک لخت نیچا ہو گیا اتنا کہ اب گدی ہینڈل سے فٹ بھر اُونچی تھی۔ میرا تمام جسم آگے کو جھکا ہوا تھا۔ تمام بوجھ دونوں ہاتھوں پر تھا۔ ہاتھ ہینڈل پر برابر رکھتے ہوئے جھٹکے کھا رہے تھے آپ میری حالت کا تصور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ میں دور سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی عورت آٹا گوندر ہی ہو۔ اس میں پطرس بخاری ہمیں ایک مصور بھی نظر آتے ہیں اس مضمون میں پطرس نے سماجیات ثقافت تہذیب و تمدن روز مرہ زندگی اور فطرت انسانی کے بڑے بڑے نکتے مل لیے ہیں تمہیدیں لکھا ہے جب دوستی پرانی ہو جائے تو گفتگو کی چنداں ضرورت نہیں رہتی اور دوست ایک دوسرے کی خاموشی سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں یہاں پطرس نے نفسیات کا کتنا پیچیدہ مسئلہ حل کیا ہے س میں وہ چھوٹے چھوٹے رویوں کو نظر انداز نہیں کرتے یہ مضمون فری انداز اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے

رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں اگر ہم اپنے ذہن میں کسی محفل کا نقشہ جمائیں جہاں دنیا بھر کے مشاہیر اپنے اپنے شعر و ادب کا تعارف کرانے کے لیے جمع ہوں تو ہم اردو ادب کی کے لیے اپنا نمائندہ منتخب کریں گے یقیناً بخاری کو یہ بات کس وثوق سے ہیں اس شخص کو کہہ رہا ہوں جس نے بہت کم سرمایہ چھوڑا لیکن بہت اونچا مقام پایا ہے۔ مختصر یہ کہ بخاری ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے کم لکھا مگر معیاری اور اونچے مرتبے کا لکھا۔ انہوں نے اپنی ظرافت کا مواد زندوں سے لیا اور زندوں سے داد زندہ دل ہی لے سکتا ہے۔ چونکہ پطرس کا انداز مزاحیہ تھا اس لیے وہ ہر چیز کو مزاح کی عینک سے اور ایک مخصوص زاویے سے دیکھتے ہیں اس احساس کو ابھارنے میں کہ انسان قہقہے لگانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

پطرس نے اپنے مضامن کے ذریعے سوسائٹی اور تمدن کی دکھتی رگوں کو چھوا ہے۔ پطرس نے اپنا مطلب زیادہ تر مزاح میں طنز کی پٹ سے نکالا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے مضامین میں جھنجھلاہٹ کی بجائے گدگرانے کی ادا نکلتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔آل احمد سرور، تنقیدی اشارے، ص ۱۳، مسلم ایجوکیشنل پریس، علی گڑھ ۱۹۴۲ء

۲ ۲۔احمد جمال پاشا،اُردو ظرافت میں دانش ورانہ فکر آزادی کے بعد، ص ۲۱۲، مشمولہ خدابخش لائبریری، جنرل شمارہ،۹۹-۱۹۹۵خدابخش اور ئنٹیل پبلک لائبریری، پٹنہ

۳۔ڈاکٹر وزیر آغا،اُردو ادب میں طنزومزاح، ص۵۷،۵۸،ایجوکیشنل بک ہائوس، علی گڑھ ۱۹۹۹ء

۴۔کلیم الدین احمد، اُردو ادب میں طنز و ظرافت، ص۲۹، مشمولہ نقوش، طنزومزاح نمبر، مرتبہ محمد طفیل، ادارہ فروغ اُردو،لاہور، ۱۹۵۹ء

۵۔ڈاکٹر وزیر آغا،اُردوادب میں طنزومزاح ص ۳۰

۶۔ ظفر احمد صدیقی پیروڈی اُردو ادب میں، ص ۲۷، مطبوعہ علی گڑھ میگزین طنز و ظرافت نمبر، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۵۳ئ

۷۔رشید احمد صدیقی طنزیات مضحکمات مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی ۱۹۹۲ء

۸۔رشید احمد صدیقی،آشفتہ بیانی میری، ص۱۴۹، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی ۱۹۶۲ء

۹۔سحر یوسف زئی،اُردو میں طنز کی روایت، ص۱۸۳، مطبوعہ رسالہ جامعہ، ص۱۸۳،لبرٹی آرٹ پریس، نئی دہلی جلد نمبر۱۰۴، شمارہ۹،۸،۷،جولائی ستمبر ۲۰۰۷ء

۱۰۔ڈاکٹر احمر رفائی،ادب اور نقد ادب، ص۱۶۵، کراچی ۲۰۰۱ء

۱۱۔پطرس بخاری، مرحوم کی یاد میں، ص ۴۲ مشمولہ انتخاب، مضامین پطرس، مرتبہ وجاہت سندیلوی، اتر پردیش اُردو اکیڈمی، لکھنوء

۱۲۔پطرس بخاری، مرحوم کی یاد میں، ص۸۸، مشمولہ انخاب، مضامین پطرس، مرتبہ وجاہت سندیلوی اتر پردیش اُردو اکیڈمی، لکھنوء

۱۳۔احمد شاہ بخاری، پطرس کے مضامین ص۴۹ مکتبہ جامعہ نئی دہلی ۲۰۰۷ء

۱۴۔ایضاً ص ۴۲

۱۵۔ایضاً ص۴۹